﴿طب جدید﴾

گردہ اور دیگر اعضاء کے انتقال

اور پیوندکاری (Transplantation) کا فقہی جائزہ

ڈاکٹر مولانا عبدالعلی اچکزئی (اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک یونیورسٹی بلوچستان کوئٹہ)

پیش کردہ:

چھٹا بنوں فقہی اجتماع

بعنوان: جدید میڈیکل سائنس اور متعلقہ فقہی مسائل

بمورخہ: ۱۸۔۱۹ نومبر ۲۰۰۶ بمطابق ۲۷۔۲۸ شوال المکرم

بمقام: جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

نمبر شمار	ذیلی عنوانات	نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	غیر حیوانی اجزاء کا استعمال	۴	ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں استعمال کرنا
۲	ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء کا استعمال	۵	ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے لئے استعمال کرنا
۳	غیر ماکول اللحم یا غیر مذبوحہ جانوروں کے اعضاء کا استعمال		

میرے لئے یہ امر حد درجہ باعث مسرت ہے کہ مجھے ملک کے ممتاز علمی مرکز یعنی **جامعة المركز الاسلامی** کے زیر اہتمام ''جدید میڈیکل سائنس اور متعلقہ فقہی مسائل کے حل وتحقیق'' کے لئے ملک بھر کے جید علماء اور ماہرین طب کے اشتراک سے منعقد ہونے والی اس چھٹے فقہی اجتماع میں شرکت کا شرف حاصل ہوا اور اس حوالے سے مجھے اس اجتماع میں شریک جید علماء اور ماہرین کے خیالات سننے اور ایک اہم مسئلے یعنی انسانی اعضاء کی پیوندکاری پر اپنی رائے کا اظہار کرنے کا موقع ملا۔

یہ امر خوش آئند ہے کہ امت مسلمہ کو درپیش جدید مسائل کے حل کے سلسلے میں **جامعة المركز الاسلامی** کی کوششوں کے علاوہ مختلف اسلامی ممالک میں مجالس اور اجتماعات کا انعقاد ہوتا رہا ہے، مثلاً رابطہ عالم اسلامی نے جدید مسائل کے حل کے لئے **المجمع الفقهي الاسلامي مكه مكرمه** (اسلامی فقہ اکیڈمی) کی ایک مجلس بنائی ہے، جس میں بارہ مسلم ممالک کے ماہرین کو نمائندگی دی گئی ہے۔ اس اکیڈمی کے اب تک چودہ سیمینار بلکہ اس سے زائد منعقد ہو چکے ہیں، جن میں چالیس سے زائد جدید موضوعات ومعاصر مسائل پر اہم ترین علماء واصحاب فتاویٰ نے فیصلے کئے ہیں۔ (۱)

اسی طرح مجمع الفقہ الاسلامی الھند (اسلامک اکیڈمی انڈیا) کا قیام بھی اسی سلسلہ زرین کی ایک اہم کڑی ہے، جس کی تشکیل غالباً ۱۹۸۹ء میں عمل میں لائی گئی، اس اکیڈمی نے اب تک تقریباً دس فقہی سیمینار منعقد کئے ہیں، ان سیمیناروں میں بیسویں نئے موضوعات پر فیصلے کئے گئے، جنہیں کتابی شکل میں ''جدید فقہی مباحث'' کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔(۲)

پاکستان میں اس مقصد کے حصول کے لئے مفتی محمد شفیعؒ کی سرپرستی میں ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کے نام سے ایک مجلس بنائی گئی تھی، یہ مجلس بھی کئی فقہی مسائل طے کرچکی ہے۔(۳)

اسی روش پر چلتے ہوئے جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں مختلف موضوعات پر اس سے قبل پانچ فقہی اجتماعات کا انعقاد کرچکی ہے اور حالیہ اجتماع اس سلسلے کی چھٹی کڑی ہے، جس پر مرکز کے ذمہ داران بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں اور عصر حاضر میں ضرورت بھی اسی امر کی ہے کہ علماء دین قرآن وسنت کو مدار بنا کر اور سلف صالحین کی بیش بہا خدمات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان گوناگوں پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے اجتماعی اجتہاد کی راہ اپنائے۔

مرض اور شفاء لازم وملزوم ہیں، تعلیمات نبوی کے مطابق ''اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کے لئے اس نے شفاء نازل نہ کی ہو'' (۴) شرط تلاش وجستجو ہے۔ عصر حاضر کی ایک اہم بیماری انسانی اعضاء کا ناکارہ ہونا ہے، جس کا علاج میڈیکل سائنس نے پیوند کاری یا ٹرانسپلانٹیشن کے ذریعے ممکن بنادیا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، ان کی خرید وفروخت، ان کا عطیہ اور اس طرح کے بہت سے مسائل ایسے ہیں، جن کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی قطعی نص موجود نہیں ہے، اسی طرح تمام تر وسعتوں کے باوجود ہمارے فقہی سرمائے میں بھی صراحت کے ساتھ ان کا ذکر موجود نہیں ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں ان مسائل کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا، بلکہ یہ مسائل تو عصر حاضر کی سائنس، ٹیکنالوجی اور میڈیکل سائنس کی ترقی اور کرشمہ سازی کے مرہون منت ہیں۔

چونکہ ان مسائل سے متعلق کتاب وسنت اور کتب فقہ میں صریح احکام موجود نہیں ہیں، لہٰذا ان کے حل کے لئے اس طرح کی اجتہادی کوششیں ناگزیر ہیں، جس طرح ماضی میں بھی ہمارے اسلاف، ائمہ دین اور فقہاء نے اپنے اپنے دور کے مسائل کے حل کے لئے اجتہاد سے کام لیا تھا۔

ہمارے دین اسلام اور شریعت بیضاء نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے جن مقاصد کلیہ کو پیش نظر رکھا ہے، ان میں سے ایک اہم مقصد انسانی جان کی حفاظت کا اصول بھی ہے۔ اب اکیڈمک اور سائنٹیفک طور پر چونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اندھے پن کے مرض کا علاج قرنیہ کی پیوند کاری ہی سے ممکن ہے، یا دونوں گردوں کے معطل ہونے کی صورت میں انسانی جان کو صرف اس طرح بچایا جاسکتا ہے کہ ایک گردہ لے کر پیوند کردیا جائے، لہٰذا شرعی طور پر قرنیہ، گردہ اور دیگر اعضاء کی پیوند کاری کے ذریعہ علاج جائز ہوگا، آنحضرت ﷺ نے خود بھی امراض کے ازالہ کے لئے علاج فرمایا اور مسلمانوں کو بھی امراض کے علاج کا حکم دیا۔

کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو چکا ہو اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عموماً درج ذیل پانچ صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کی جاتی ہے۔

۱۔ غیر حیوانی اجزاء کا استعمال۔

۲۔ ایسے جانوروں کے اجزاء کا استعمال جن کا کھانا شرعاً جائز ہے اور جو بطریقہ شرعی ذبح کئے گئے ہوں۔

۳۔ **غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم** مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال۔

۴۔ ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں استعمال کرنا۔

۵۔ کسی دوسرے انسان کے عضو کا استعمال۔

اب ذیل میں مذکورہ صورتوں کا فقہی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ غیر حیوانی اجزاء کا استعمال:۔

یہ صورت کہ انسان کے عضو کا بدل جمادات یا نباتات وغیرہ سے تلاش کیا جائے اور فنی مہارت کے ذریعے اس کو کارآمد و مفید بنایا جائے، جیسے مصنوعی دانت، مصنوعی آلہ سماعت وغیرہ، یہ صورت زمانہ قدیم سے جاری ہے اور حال میں سائنسی ترقیات نے اس فن کو بہت آگے بڑھا دیا ہے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، کیونکہ اس طرح کے مصنوعی اعضاء کا استعمال خود بعض صحابہ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے کیا ہے، جیسا کہ روایت ہے کہ، حضرت عرفجہ ابن سعدؓ کی ناک دور جاہلیت کی ایک لڑائی (یوم الکلاب) میں کٹ گئی تھی، انہوں نے چاندی کا ناک لگوایا تھا، لیکن اس میں کچھ بدبوسی پیدا ہو گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سونے کا ناک لگوانے کی اجازت دے دی (حاجت شدیدہ کی وجہ سے، ورنہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے) (۵)

اسی طرح طحاوی شریف میں سونے کے تاروں سے دانتوں کے باندھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور لکھا ہے

وقد روی عن جماعة من المتقدمين اباحة شد الاسنان بالذهب (٦)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جمیعاً (۷)

''اللہ تعالیٰ نے تمام زمینی اشیا تمہارے استعمال کے لئے پیدا کی ہیں''

اس آیت اور اس مضمون کی دوسری آیات واحادیث کی روشنی میں فقہاء نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ

الاصل في الاشياء الاباحة حتى يدل الدليل على التحريم (۸)

یعنی چیزوں میں اصل حکم اباحت اور جواز کا ہے، جب تک قرآن وسنت میں ممانعت نہ آئی ہو۔

مذکورہ بالا دلائل کی بناء پر فقہاء کے نزدیک غیر حیوانی اجزاء کا استعمال جائز ہے۔

۲۔ ماکول اللحم جانوروں کے اجزاء کا استعمال:۔

اعضاء کی پیوندکاری کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال کیا جائے، جن کا کھانا شرعاً جائز ہے اور جو بطریقہ شرعی ذبح کئے گئے ہوں، یہ صورت پہلی صورت کی طرح بالاتفاق جائز ہے، یہ مسئلہ فقہ کی عام کتابوں میں موجود ہے، نمونہ کے لئے چند عبارات ملاحظہ ہو۔

۱۔ تکملہ بحرالرائق میں ہے:

وقال محمد فی السیر الکبیر لابأس بالتداوی بالعظم اذاکان عظم شاة اوبقرة اوبعیر اوفرس اوغیره من الدوّاب (۹)

''امام محمد نے سیر کبیر میں کہا ہے کہ ہڈی سے علاج کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، جب کہ ہڈی بکری، گائے، اونٹ، گھوڑے یا دوسرے جانوروں کی ہو''

۲۔ خلاصة الفتاویٰ میں ہے

اذا سقط السن .... یاخذ سن شاة ذکیة ویضعها مکانها (۱۰)

''جب دانت ٹوٹ کر گر جائے تو..... کسی ذبیحہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ رکھ دے''

۳۔ شامی نے امام کرخی کا یہ قول نقل کیا ہے

قال الکرخی اذاسقطت ثنیة رجل.... یأ خذ من شاة ذکیة یشد مکانها (۱۱)

''کرخی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے سامنے کے دانت جھڑ جائیں تو وہ مذبوح بکری کے دانت اس کی جگہ لگا لے''

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ جس طرح پاک مصنوعی اعضاء کا استعمال شرعاً جائز ہے، ماکول اللحم مذبوحہ جانوروں کے اعضاء کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۳۔ غیر ماکول اللحم یا غیر مذبوحہ جانوروں کے اعضاء کا استعمال:۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جب جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے، جن کا کھانا حرام ہے، یا حلال تو ہے لیکن بطریق شرعی ذبح نہیں کئے گئے ہیں، تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ فتاویٰ ھندیہ میں امام محمد کا یہ قول مذکور ہے:

فقد جوز التداوی بعظم ماسوی الخنزیر والآدمی من الحیوانات مطلقاً من غیر فصل بینما اذاکان الحیوان

ذكيا او ميتاو بينما اذا كان العظم رطبا اويابسا (۱۲)

''امام محمد نے سوائے آدمی وسور کی ہڈی کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقاً جائز کر دیا ہے، کوئی تفصیل اس کی نہ فرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہو اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو''

فتاویٰ ھندیہ میں ہی یہ عبارت بھی موجود ہے کہ مشائخ حنفیہ کتے کی ہڈی کا استعمال بھی بطور علاج جائز سمجھتے ہیں:

واما عظم الكلاب فيجوز التداوى به هكذا قال مشائخنا (۱۳)

''اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہے، ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے''

خلاصہ یہ کہ اضطراری حالت میں ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم ہر دونوں غیر مذبوح ہوں اور مضطر کے لئے کوئی متبادل شیء دستیاب نہ ہو سکے، تو اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جہاں تک کسی ناپاک جانور مثلاً سور وغیرہ کے اعضاء کے استعمال کا تعلق ہے تو اس بارے میں علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''انتہائی ناگزیر حالت میں اس کی اجازت دی جا سکتی ہے اور وہ بھی بہ قدر ضرورت۔ اسی طرح جس طرح انتہائی ناگزیر حالت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے گوشت کو بقدر ضرورت حلال قرار دیا ہے، سور کی جو چیز حرام کی گئی ہے وہ ہے اس کا گوشت کھانا، جیسا کہ قرآن کی آیتوں سے پتا چلتا ہے، رہا اس کے اعضاء سے استفادہ کرنا، تو صراحت کے ساتھ کہیں بھی اس کی حرمت نہیں بیان کی گئی ہے...... اور جہاں تک اس کے عضو کے نجس ہونے کا سوال ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ نجاست قابل گرفت ہوتی ہے جو جسم کے باہری حصہ میں لگی ہوتی ہے، جسم کے اندرونی حصے میں تو پہلے ہی سے پیشاب، پاخانہ اور خون کی صورت میں بے شمار نجاست اور غلاظت بھری ہوتی ہے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سور کے نجس عضو کو بدن کے اندرونی حصے میں لگانا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہونی چاہیے'' (۱۴)

۴۔ ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں استعمال کرنا:۔

پیوندکاری کی چوتھی صورت یہ ہے کہ انسان کے جسم کا کوئی حصہ اسی انسان کے جسم کے لئے استعمال کیا جائے، یعنی اپنا جزء اپنے ہی لئے استعمال کیا جائے، تو فقہاء کے نزدیک شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں، جیسا کہ امام ابو یوسف کا قول نقل کرتے ہوئے امام کاسانی نے لکھا ہے کہ وہ کسی انسان کے لئے اس کے اپنے اور دوسرے کے دانت لگانے میں فرق کیا کرتے تھے، امام ابو یوسف کا قول ہے:

الفصل له من وجهين أحدهما ان سن نفسه جزء منفصل للحال عنه لكنه يحتمل أن يصير متصلا فى الثانى بأن يلتئم فيشد بنفسه فيعود الىٰ حالة الاولىٰ واعادة جزء منفصل الى مكانه ليلتئم جائز كمااذاانقطع شىء من

عضوہ فأعادہ الی مکانہ فماسن غیرہ فلا یحتمل ذلک والثانی ان استعمال جزء منفصل عن غیرہ من بنی آدم اہانۃ بذلک الغیر والآدمی بجمیع أجزاءہ مکرم ولااہانۃ فی استعمال جزء نفسہ فی الاعادۃ الی مکانہ(۱۵)

''دونوں میں فرق دوطرح سے ہے: اولاً اس طرح کہ اس کا دانت اس وقت اس سے الگ ہوا ہے، لیکن یہ احتمال ہے کہ وہ دوسرے لمحے اسے متصل ہو جائے، وہ اس طرح کہ وہ اس کو ملالے اور خود ہی اس کو باندھ لے جس کی بناء پر سابقہ حالت لوٹ آئے اور کسی علیحدہ شدہ حصہ کو جوڑ لینا تا کہ وہ دوبارہ جڑ جائے، جائز ہے، جیسا کہ اگر اس کا کوئی ایک جزء کٹ گیا اور اس نے اس جزء کو اپنی جگہ دوبارہ لگالیا تو جائز ہے، جبکہ دوسرے کے دانت میں اس کا احتمال نہیں ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے انسان کے الگ شدہ حصے کا استعمال کرنا دوسرے شخص کی اہانت ہے، حالانکہ انسان اپنے تمام اعضاء سمیت باعث تعظیم وتکریم ہے اور انسان کے اپنے حصے کو دوبارہ لگالینے میں کوئی حرج نہیں ہے''

مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ خود اپنے جسم میں اپنے جسم ہی سے پیوند کاری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عصر حاضر میں پیوند کاری سے متعلق مذکورہ بالا چار صورتوں کے جواز پر تمام فقہاء کے درمیان تقریباً اتفاق پایا جاتا ہے۔

۵۔ ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے لئے استعمال کرنا:۔

اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال کی اہم صورت اور اصل مسئلہ جس کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، یہ ہے کہ ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جائے، جیسا کہ آنکھوں، پھیپھڑوں، گردوں اور قلب وغیرہ کے لئے ہوا کرتا ہے۔ عام طور پر ہمارے علماء کا رجحان اس کے ناجائز ہونے کی طرف ہے، لیکن اس مسئلہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اگر ایک شخص جس کے دو گردے کارگر ہوں اور ایک ہی گردہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہو، دوسرے گردہ سے وہ اپنے کسی بھائی کی جان کا تحفظ کر سکتا ہو، جس کے پاس ایک گردہ بھی کام کا نہ ہو، تو کیا اس کے لئے یہ گنجائش نہ ہوگی کہ وہ اپنے ایک گردہ سے اپنے بھائی کی جان بچالے، یا اگر ایک شخص جو اپنی جان دے رہا ہے وہ اپنی آنکھ کسی دوسرے نابینا کو ہبہ کر دے، جس سے اس کو بینائی زندگی بھر حاصل ہو جائے، اسلام کی مجموعی تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے ایثار واعانت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''اسلامی شریعت کا اصول یہ ہے کہ بقدر امکان کسی کی مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، جبھی تو بھوکوں کو کھانا کھلانا، قیدیوں کو رہائی دلانا، مریض کا علاج کرانا اور مرتے ہوئے شخص کی جان بچانا شریعت کی نظر میں بڑے نیک اعمال ہیں۔ کسی مسلم کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ کسی شخص کو مصیبت میں دیکھے اور اس کی مدد نہ کرے، اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو کسی انسانی عضو کی اتنی شدید ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے، مثلاً یہ کہ اس کا گردہ ناکارہ ہو جائے اور اسے گردے کی شدید ضرورت ہے تو ایسی

صورت میں کوئی شخص اپنے دوگردوں میں سے ایک گردے کا عطیہ دے کر اس کی جان بچالے، تو اس کا یہ عمل باعث اجر وثواب ہے، اگر مال ودولت کا عطیہ باعث اجر وثواب ہے تو انسانی عضو کا عطیہ اس سے بھی بڑھ کر کارثواب ہے، کیوں کہ مال کے بغیر محتاج انسان مر نہیں جائے گا، لیکن اس عضو کے بغیر اس کی زندگی ختم ہوسکتی ہے، البتہ انسانی عضو کا عطیہ کرنا چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ کسی ایسے عضو کا عطیہ جائز نہیں ہے جو جسم میں ایک ہی عدد ہو، مثلاً دل، کیوں کہ اس کا عطیہ دینے کے بعد انسان کے لئے زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ اسی طرح کسی ظاہری عضو کا عطیہ دینا جائز نہیں ہے، مثلاً ہاتھ، پیر، آنکھ وغیرہ۔

۳۔ عطیہ دینے سے اگر بیوی اور بال بچوں میں سے کسی کو نقصان ہو رہا ہو، تو ایسی صورت میں عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔

۴۔ عضو کا عطیہ کرنے والا عاقل وبالغ ہو'' (۱۶)

ایک انسان کا عضو دوسرے انسان میں لگانے کے جواز پر کوئی نص موجود نہیں ہے، اس لئے یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اس مسئلے میں تحقیق واجتہاد کا دارومدار صرف فقہی قواعد پر ہے، جو نصوص سے مستنبط ہیں اور یہاں جن قواعد کا اس مسئلے پر انطباق ہوسکتا ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

الضرورات تبیح المحضورات (۱۷)

''ضرورتیں ناجائز چیزوں کو جائز بنادیتی ہیں''

فقہاء کے نزدیک ''ضرورت'' سے مراد مطلق حاجت اور تکلیف نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد اضطرار اور بے بسی کی وہ حالت ہے کہ اگر ایک انسان نے کسی ممنوع چیز کو استعمال نہ کیا تو وہ مرجائے گا یا قریب الموت ہوجائے گا اور ''حاجت'' اس حالت کو کہا جاتا ہے جس میں انسان کے مرنے یا قریب الموت ہونے کا خطرہ تو نہ ہو، لیکن وہ تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہو، جیسا کہ علامہ حموی نے فتح المدیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

فالضرورة :بلوغه حداً ان لم يتناول الممنوع ،هلك أوقارب ،وهذا يبيح تناول الحرام،والحاجة :كالجائع الذى لولم يجدما يأكله لم يهلك غير انه يكون فى جهد ومشقة (۱۸).

مذکورہ قاعدے کی بنیاد پر اعضاء کی پیوندکاری کی اجازت دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ متبادل دستیاب نہ ہو اور ڈاکٹر کی رائے میں اس پیوندکاری کی کامیابی اور مریض کی صحت یابی کا ''ظن غالب ہو''

انسانی اعضاء کی پیوندکاری سے متعلق دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ

اذاتعارض مفسدتان رعى اعظمها ضرراً بارتكاب اخفهما (۱۹)

''جب دوخرابیوں کے درمیان تعارض ہو تو زیادہ نقصان دہ خرابی سے بچنے کے لئے کم تر خرابی کو اختیار کیا جائے گا''

فقہاء نے اس قاعدے کا انطباق مختلف مسائل پر کیا ہے، مثلاً اگر کسی حاملہ میت کے بچے کی زندگی کا غالب گمان ہو تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکالا جاسکتا ہے، (۲۰) مقصد یہ ہے کہ زندہ انسان کی جان بچانے کے لئے لاش کی بے حرمتی برداشت کی جاسکتی ہے، کیونکہ زندہ انسان کا مرجانا بڑا نقصان ہے اور لاش کے پیٹ کو چاک کرنا اس کے مقابلے میں کم تر نقصان ہے، اس لئے مذکورہ شرعی قاعدے کی روشنی میں اس نقصان کو برداشت کر لینا چاہیے۔

اسی طرح مذکورہ مسئلے پر اس قاعدہ کا انطباق اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ مریض کا مرجانا بڑا نقصان ہے اور میت کے عضو کو کاٹ کر مریض کے جسم میں لگانا نسبتاً کم خرابی ہے، اس لئے بڑے نقصان سے بچنے کے لئے میت کی بے حرمتی کو برداشت کر لینا چاہیے، بشرطیکہ متبادل موجود نہ ہو اور مریض کے بچنے کی قوی امید ہو، جس طرح بچے کی زندگی بچانے کے لئے اس کی مردہ ماں کا پیٹ چاک کرنے کی بے حرمتی برداشت کی جاتی ہے۔ (۲۱)

تیسرا قاعدہ جس کی بنیاد پر اعضاء کی پیوندکاری کا جواز بنتا ہے، یہ ہے کہ:

المشقة تجلب التيسير (۲۲)

''مشقت آسانی کو لاتی ہے'' یعنی مشکلات سہولت کا سبب ہو جاتی ہیں اور تنگی کے موقعہ پر توسیع دی جاتی ہے

مذکورہ بالا قواعد اور ان جیسے دوسرے فقہی قواعد کی بناء پر اضطراری حالت میں بقدر ضرورت انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا عمل جائز ہوگا۔

جن لوگوں نے اعضاء کی پیوندکاری سے منع کیا ہے، گو انہوں نے اس کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں، مگر اصل سبب جو ان کے پیش نظر ہے، وہ انسانی حرمت و کرامت کا تحفظ ہے، اکثر فقہاء نے انسانی اجزاء سے انتفاع کو اس لئے منع کیا ہے کہ انسانی متاع خرید و فروخت نہ بن جائے، یہ اس کی شان و تکریم کے خلاف ہے، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے:

وشعر الانسان والانتفاع به اى لم يجز بيعه، والانتفاع به لان الآدمى مكرم غير مبتذل فلا يجوز ان يكون شیء من اجزائه مهاناً مبتذلاً (۲۳)

''انسان کے بال سے نہ انتفاع جائز ہے، نہ اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ آدمی مکرم ہے نہ کہ قابل صرف کوئی چیز، پس نہیں چاہیے کہ اس کے اجزاء میں سے کسی بھی جزء کو ذلیل کیا جائے اور اس کو استعمال کیا جائے''

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی اعضاء سے انتفاع کی ممانعت اس زمانے میں اس لئے تھی کہ اس سے انسان کی توہین تصور کیا جاتا تھا اور اس دور میں ایسے طریقے بھی رائج نہیں ہوئے تھے کہ شائستہ طور پر انسانی اجزاء سے انتفاع کیا جاسکے، جبکہ ہمارے زمانے میں اس عمل کو انسان کی توہین نہیں سمجھا جاتا، اگر کوئی شخص اپنا عضو کسی اور کو دے دے، تو نہ وہ خود اپنی اہانت کا احساس کرتا ہے، نہ لوگ ایسا محسوس کرتے ہیں، بلکہ اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس لئے بڑے بڑے قائدین اور زعماء اپنے اعضاء کے سلسلے میں اس قسم کی وصیت کر جاتے ہیں اور یہ چیز ان کے لئے نیک نامی کا باعث ہوتی ہے اور انسانیت نوازی سمجھی جاتی ہے۔ ایک انسان کے

جسم کا خون دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کیا جاسکتا ہے، اب اس پر قریب قریب اتفاق ہو چکا ہے، حالانکہ جزء انسانی سے انتفاع کو مطلقاً توہین انسانی باور کیا جائے تو اسے بھی ناجائز ہونا چاہیے کہ جزء انسانی ہونے میں دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔ (۲۴)

مفتی کفایت اللہ گو اعضاء کی پیوند کاری کو درست نہیں سمجھتے، تاہم وہ بھی مطلقاً اجزاء سے انتفاع کو حرام نہیں کہتے ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی اجزاء انسانی کا استعمال ایسا بھی ہوسکتا ہے جو مستلزم اہانت نہ ہو، وہ لکھتے ہیں:

''یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے، اس لئے وارد نہ ہونا چاہیے کہ استعمال کی صورت میں مستلزم اہانت ہو، وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو بضرورت وہ استعمال ناجائز نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو پانی میں دھو کر وہ پانی مریض پہ چھڑکا یا پلایا جاتا تھا'' (۲۵)

پس چونکہ موجودہ زمانے میں اجزاء انسانی سے انتفاع کے ایسے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جو مستلزم اہانت نہیں ہیں اور نہ عرف میں ان کو اہانت سمجھا جاتا ہے، اس لئے اصولی طور پر ان کو درست اور جائز ہونا چاہیے۔

پہلے بھی گزر چکا ہے کہ انسانی جان کے تحفظ اور بقاء کے لئے قابل احترام چیزوں کی اہانت قبول کی جاسکتی ہے، مثلاً جب کوئی حاملہ مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو جو حرکت کرتا ہو، تو فقہاء نے عورت کے آپریشن کی اجازت دی ہے اور استدلال یہ کیا ہے کہ یہاں تعظیم میت کو ایک زندہ نفس کی بقاء کے لئے ترک کیا جا رہا ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے:

لان ذلک تسبب فی احیاء نفس محترمة بترک تعظیم المیت فالاحیاء اولیٰ (۲۶)

اور یہاں بھی چونکہ ایک انسانی جان کے تحفظ اور بقاء کا سوال ہے اس لئے پیوند کاری جائز ہے۔

زندہ انسانوں کے عضو کی منتقلی میں البتہ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کہ فقہاء نے مکرہ کے لئے اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے کہ وہ کسی شخص کی اجازت سے بھی اس کے جسم سے کچھ حصہ کاٹ کھائے، جیسا کہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

واما لنوع الذی لایباح ولا یرخص بالاکراہ اصلاً فھو قتل المسلم بغیر حق لایحتمل الاباحة بحال.....وکذا قطع عضو من اعضائہ.....ولو اذن لہ المکرہ علیہ فقال للمکرہ افعل لایباح لہ ان یفعل (۲۷)

''بہر حال وہ فرع جو مباح نہیں ہے اور نہ اکراہ کی وجہ سے اس میں کسی بھی صورت میں رخصت دی جاتی ہے تو وہ فرع ناحق کسی مسلمان کو قتل کرنا ہے، چاہے اکراہ ناقص ہو یا تام.....اور ایسے ہی انسان کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹنا...اگرچہ مکرہ علیہ اسے اجازت دیتے ہوئے کہہ دے کہ کاٹ لو تو کاٹنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا''

اس لئے اگر مرنے والے کے اعضاء کی پیوند کاری کو جائز بھی قرار دیا جائے تو بھی اس بات کو جائز نہیں ہونا چاہیے کہ زندہ شخص کا عضو دوسرے شخص کو منتقل کیا جائے، گو خود اس پر رضامند ہو، لیکن اگر ہم فقہاء کی اس طرح کی تعبیر کو موجودہ زمانہ کی تحقیق اور اکتشاف کے تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ پیوند کاری کے طریقہ میں ہلاکت یا ضرر کا کوئی اندیشہ نہیں، اس لئے جب یہ عمل محفوظ

طریقہ پر انجام دیا جائے اور عضو کا عطیہ دینے والا خود اس پر بغیر کسی زبردستی رضامند بھی ہے تو اس کو درست ہونا چاہیے۔

اس مسئلہ میں مسلمانوں اور کافر کے اعضاء میں استحباب کے درجہ میں تفریق ہو تو درست ہے، یعنی بہتر ہے کہ ایک مسلمان کے جسم میں دوسرے مسلمان کے عضو کی پیوند کاری ہو، مگر اس کو شرط کا درجہ دینا درست نظر نہیں آتا، دودھ پلانے والی عورت کے متعلق سرخسی کا بیان ہے:

ولا بأس بان یستاجر المسلم الظئر الکافرة والتی قد ولت من الفجور لان خبث الکفر فی اعتقادها دون لبنها (۲۸)

''اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی مسلم دودھ پلانے والی کافر عورت کو اجرت پر رکھے، یا ایسی عورت کو جو فاجر ہو، کیونکہ کفر کی خباثت اس کے اعتقاد میں ہوتی ہے، دودھ میں نہیں''

اسی طرح علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''غیر مسلم شخص کے عضو کی مسلم شخص کے بدن میں پیوند کاری بالکل جائز اور درست ہے، کیونکہ انسان کے اعضاء مسلم یا کافر نہیں ہوتے اور قرآن کی آیت کہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (۲۹) ''مشرکین نجس اور ناپاک ہیں'' اس آیت میں نجاست سے مراد ظاہری اور جسمانی نجاست نہیں ہے، بلکہ روحانی اور مصنوعی نجاست ہے'' (۳۰)

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی اسلامک اکیڈمی نے اعضاء کی پیوند کاری سے متعلق درج ذیل فیصلہ کیا تھا:

''کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے دوسرے انسان میں لگا دینا جو اس کا ضرورتمند ہو، اپنی زندگی بچانے کے لئے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں سے کسی عمل کو واپس لانے کے لئے جائز عمل ہے، جو عضو دینے والے کی نسبت سے کرامت انسانی کے منافی نہیں ہے، دوسری طرف عضو لینے والے کے حق میں نیک تعاون اور بڑی مصلحت کا کام ہے جو ایک مشروع اور قابل تعریف عمل ہے، بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں۔

ا۔ عضو کے لینے سے اس کی عام زندگی کو نقصان پہنچانے والا ضرر نہ لاحق ہوتا ہو، کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ کسی نقصان کے ازالہ کے لئے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارا نہیں کیا جائے گا اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف ہوگا، جو شرعاً ناجائز ہے۔

۲۔ عضو دینے والے رضاکار نے اپنی خواہش سے اور بغیر کسی دباؤ کے دیا ہو۔

۳۔ ضرورت مند مریض کے علاج کے لئے عضو کی پیوند کاری ہی طبی نقطہ نظر سے تنہا ممکن ذریعہ رہ گیا ہو۔

۴۔ عضو لینے اور عضو لگانے کے عمل کی کامیابی غالباً یا عادۃً یقینی ہو'' (۳۱)

مجمع الفقہ الاسلامی الھند کا اس بارے میں درج ذیل فیصلہ ہے:

''اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان

کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کی کو پورا نہیں کرسکتا اور ماہر قابل اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کے کوئی کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت، مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور وہ اپنے رشتہ مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔'' (۳۲)

اسی طرح ملائیشا میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس نے اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلے پر بحث کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی تھی، اس کمیٹی نے یہ رائے قائم کی کہ اعضاء کی پیوند کاری کا عمل جائز تو ہے مگر اس کے لئے درج ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مریض اضطراری حالت میں ہو اور اس کی زندگی بظاہر اس عمل سے بچ سکتی ہو اور کوئی دوسرا متبادل علاج موجود نہ ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس کے جسم سے دل یا دوسرا ایسا عضو لیا جا رہا ہو، جس کے بغیر وہ طبی اصول کے مطابق زندہ نہ رہ سکتا ہو، تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مریض کی موت کا یقین حاصل کر لیا جائے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین اور احتیاطی تدابیر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ اعضاء کی پیوند کاری کا یہ عمل انسانوں کے قتل یا انسانی اعضاء کی تجارت اور کاروبار کا ذریعہ نہیں بنے گا۔

۴۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی رضامندی حاصل کر لی گئی ہو یا مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے جسم کا فلاں عضو لے لیا جائے۔ (۳۳)

مفتی نظام الدین الاعظمی مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''اگر اضطراری صورت ایسی ہو جائے کہ احشاء جسم (اندرون جسم) میں مثلاً گردہ، پھیپھڑا، جگر، دل وغیرہ میں سے کوئی اس درجہ خراب ہو جائے کہ اس کو نکال کر اس کی جگہ دوسرا لگانا ضروری ہو جائے اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری کے لئے اور زندگی بچانے کے لئے اس عمل کے بغیر چارہ نہ رہے، بلکہ یہی عمل متعین ہو جائے اور صحت وابقاء زندگی کا گمان غالب حاصل رہے تو اس اضطراری حالت میں جان باقی رکھنے کے لئے اس عمل کے بقدر اضطرار گنجائش ہو سکے گی، پھر بھی یہ کوشش لازم ضروری رہے گی کہ بجائے انسانی عضو کے کسی جانور کا عضو اور وہ بھی ماکول اللحم جانور کے عضو سے کام چل سکے تو صرف اسی عضو سے کام لیا جائے۔'' (۳۴)

جو علماء اور ماہرین اعضاء کی پیوند کاری کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے سامنے یہ پہلو بھی ہے کہ اگر یہ طریقہ عام ہو جائے اور اس کا شرعی جواز بھی فراہم کر دیا جائے تو انسانی لاشیں مال تجارت بن جائے گی، انسانی اعضاء کا بڑے پیمانے پر کاروبار شروع ہو جائے گا اور انسانیت و آدمیت کی کرامت ختم ہو کر رہ جائے گی، نفس پرستی اور خود غرضی کے اس دور میں یہ بھی بعید نہیں ہے کہ کچھ لوگ اپنی عیاشی اور خود غرضی کے لئے غریبوں اور ان کے بچوں کی زندگی سے کھیلنا شروع کر دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی غربت اور مفلوک الحالی کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں کی لاشیں فروخت کرنا شروع کر دیں، اس لئے اگر اعضاء کی پیوند کاری کا عمل اس بڑی خرابی کا ذریعہ بن رہا ہو تو اضطراری حالت میں جائز ہونے کے باوجود اس پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔(۳۵) اس لئے فقہاء کے نزدیک اضطراری حالت میں اگر چہ اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے لیکن اس کی خرید وفروخت کی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی، جیسا کہ علامہ قرضاوی لکھتے ہیں:

''انسانی اعضاء کا عطیہ تو جائز ہے لیکن اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، تا کہ انسانی جسم سامان تجارت نہ بن جائے کہ اس کی بے حرمتی لازم آتی ہے، افسوس کی بات ہے کہ بعض غریب ممالک میں انسانی اعضاء کی تجارت زوروں پر ہے۔ غریبوں کو پیسے کا لالچ دے کر یا ان کی بے خبری میں ان اعضاء نکال لئے جاتے ہیں اور مال داروں کو مہنگے داموں فروخت کئے جاتے ہیں، بلا شبہ یہ ایک گھناؤنا جرم ہے''(۳۶)

خلاصہ یہ کہ اصولاً تو انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور ان کا استعمال وابتذال ممنوع ہے، لیکن بعض شرعی قواعد کے تحت اضطراری حالت میں بقدر ضرورت یہ عمل جائز درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ مریض کی موت یا اس کے کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا شدید خطرہ ہو۔

۲۔ ماہرین کی رائے یہ ہو کہ انسانی عضو کی پیوند کاری سے مریض کے شفایاب ہونے کی توقع ہے اور اس عمل کی کامیابی کا غالب گمان ہے۔

۳۔ جس شخص کی لاش سے کوئی عضو لیا جا رہا ہو اس کے بارے میں اچھی طرح یقین حاصل کر لیا گیا ہو کہ یہ مر گیا ہے اور اس کے جسم میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔

۴۔ اگر زندہ شخص کا کوئی عضو مثلاً گردہ لیا جا رہا ہو، تو اس صورت میں یہ یقین یا غالب گمان حاصل کر لیا گیا ہو کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور وہ اپنی خوشی سے یہ عطیہ دے رہا ہے۔

۵۔ اس بات کا اطمینان حاصل کر لیا گیا ہو کہ اعضاء کی پیوند کاری کا یہ عمل انسانی اعضاء کے کاروبار کا ذریعہ ثابت نہیں ہوگا اور حکومتوں نے اس بارے میں قانون کے ذریعے تمام انسدادی اور احتیاطی تدابیر اختیار کر لی ہوں۔

مولانا عبدالعلی اچکزئی دامت برکاتہم کے مقالہ پر المجلس التحقیق الفقہی جامعہ المرکز الاسلامی کے اجلاس میں تبصرہ وسفارشات مرتب ہوئے تھے۔ قارئین حضرات کے استفادہ کے لئے ذیل میں شامل کئے جاتے ہیں۔

تبصرہ: گردہ اور دیگر اعضاء کے انتقال اور پیوندکاری کا فقہی جائزہ کوئی شخص اپنے کسی عضو کا مالک نہیں ہوتا بلکہ صرف نگران اور محافظ ہوتا اور حکم شرعی کیخلاف اس میں کسی تصرف کا بھی حق کسی کو نہیں ہوتا ہے لہذا کسی عضو کا زندگی میں فروخت کرنا یا کسی کو دینا یا مرنے کے بعد دینے کی وصیت کرنا کچھ بھی جائز نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان الله اشترى من المومنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة** . تو جب باری تعالیٰ کا ارشاد ہو گیا اور ہم بائع ہو گئے اور ثمن جنت ہے تو یہ جسم ہمارے ملکیت سے خارج ہوگا تو ہمیں اسمیں قطع وبرید کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر انسانی اعضاء کی پیوندکاری کی اجازت دیا جائے تو انسانی اعضاء کی بیع وشراء شروع ہو جائے گی جس کا منظر بعض شہروں میں دیکھا گیا ہے بلکہ انسان کو باری تعالیٰ نے معزز ومکرم بنایا ہے: **ولقد كرمنا بنى آدم** الخ۔ اور زندہ انسان جس طرح معزز ومکرم ہے اسی طرح اعزاز وتکریم مردہ کو بھی حاصل ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے: **كسر عظم الميت ككسر عظم الحي**۔ مردہ شخص کے ہڈی کو توڑنا زندہ شخص کے ہڈی توڑنے کے مانند ہے تو جس طرح یہ ناجائز ہے تو مردہ شخص کے ہڈی کو توڑنا ناجائز ہوگا۔ چنانچہ مولانا مفتی نظام الدین (نظام الفتاویٰ ج اص ۳۸۶) میں تحریر فرماتے ہے کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ یہ وصیت کرے کہ مرنے کے بعد میرا جسم یا جسم کا فلاں عضو مثلاً آنکھ یا کان وغیرہ کچھ بھی فلاں شخص کو یا کسی ہسپتال کو بطور عطیہ یا بعوض قیمت دیا جائے اگر وصیت کرے گا تو یہ وصیت منعقد وصحیح بھی نہ ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل کرنا بھی جائز نہ ہوگا جو لوگ عمل کریں گے گنہگار ہونگے اور یہ سب حکم ظاہر ہے اس لئے کہ وصیت مملوکہ مال میں ہوتی ہے اور یہ جسم انسان کا مملوک نہیں ہے بلکہ اللہ کی ملک ہے اور اس کے پاس محض بطور امانت کے ہے۔ بغیر حکم شرعی وحکم خدا ایک انگلی بھی کاٹ ڈالنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام وسخت گناہ ہے اس طرح کوئی عضو خواہ مسلمان ہی کا ہو، کاٹ کر جسم سے الگ ہونے کے بعد جیفہ ومردار ہو کر نجس وناپاک ہو جاتا ہے **الا في حقه** (مگر اپنے حق میں اس کی نجاست نہیں رہے گی) اور پھر کسی جسم میں لگانے سے خواہ مسلمان ہی کے جسم میں لگایا جائے مردار اور جیفہ ہونے سے خارج نہیں ہوگا لہذا اتنا حصہ جسم مردار اور ناپاک ہی رہے گا اور وہ شخص کبھی نماز بھی نہ پڑھ سکے گا اور میت عورت کے بطن کو شق کر کے حسی بچہ کو نکالنے پر اس مسئلہ کو قیاس کرنا مناسب نہیں کیونکہ بچہ کی حیات شق بطن پر موقوف ہے اس بچہ کا یہ حق لازم ہے کہ اس کی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے شق بطن کیا جائے اس لئے احترام میت کو نظرانداز کیا گیا اس طرح غیر کا مال نگل کر مر جانے کے پیٹ سے اس مال کو نکالنے کی اجازت بھی حق غیر کی ادائیگی واجب ہونے کی وجہ سے ہے جبکہ مریض کو عضو دینا صرف احسان ہے اس کے واجب حق کی ادائیگی نہیں لہذا اس کی وجہ سے احترام میت اور احترام انسانی کو نظرانداز کرنا صحیح نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تک بچہ عورت کے پیٹ میں ہے زندہ یا

مردہ اس کا جزء بدن ہے علیحدہ نہیں، دونوں ایک حکم میں الگ الگ نہیں لہذا اس مسئلہ خاص کو اس پر قیاس کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ اعضاء انسانی کے استعمال کا طریقہ کار اگر جائز قرار دیا جائے تو اس میں کوئی تحدید عائد نہیں کی جاسکتی کہ کس قدر اعضاء کا استعمال جائز ہے اگر کل جسم کا استعمال جائز قرار پائے تو آئندہ ایسی صورت ممکن ہے کہ انسان کا اکثر بدن یا نصف بدن دوسرے کو دیا جائے تو نماز جنازہ کس پر پڑھی جائے گی اس طرح فوت ہونے کے بعد سوالات اس سے ہونگے حالانکہ یہ تو وہ آنکھیں نہیں ہے جنہوں نے اس کے ساتھ گناہ کیا ہو یہ تو کسی اور کے تھے اس طرح دوسرے اعضاء کے بارے میں سوچا جائے!

اس طرح فقہاء نے جو قواعد بیان کئے ہیں: الضرورت تبیح المحظورات المشقة تجلب التیسیر ۔ یہ صرف اضطرار کی حالت میں محمول ہے حاجت وغیرہ پر محمول نہیں کہ آپس میں بھی ان قواعد کے رو سے حرام چیز کو حلال قرار دیا جاسکے اور انسان کے کسی عضو کو دوسرے میں انسان کے عضو کے ساتھ جوڑنے میں یا استعمال کرنے میں اضطرار کی صورتوں میں سے کوئی صورت عموماً متحقق نہیں ہوتی اگر کچھ تحقق ہوتا ہے تو صرف عدم النفع کا یا عدم استراحت کا یا بیش از بیش کلفت کا جو حسب منشاء راحت وآرام نہ پہنچنے سے پیش آجاتی ہے اور ان سب صورتوں میں محرمات شرعیہ کے ارتکاب کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لہذا اس پیوند کاری یا ایک شخص کے کسی عضو کو دوسرے شخص کے کسی عضو میں جوڑنے یا استعمال کرنے کی قطعاً گنجائش نہ ہوگی۔ اور مرنے کے بعد کسی عضو کا پیوند کاری میں استعمال کرنے کا وصیت کرنا محل نظر اس لئے ہے کیونکہ زندگی میں مضطر انسان کا وجود اگر تسلیم کیا جائے لیکن مرنے کے بعد عضو دینے کی وصیت میں کوئی متعین فقہی ضرورت مند موجود نہیں لہذا جب وصیت کی صورت میں لینے والا ضرورت مند چونکہ موجود نہیں بلکہ مرحوم ہے اس لئے دینے کا جواز نہیں ہوسکتا لہذا نہ ضرورت ہوئی اور نہ وصیت کا جواز۔ (ادارہ)

حوالہ جات

(۱) مجاهد الاسلام قاسمی ،عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل، کراچی ،ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، ۱۴۲۲ھ، ص، ۱۲، ۱۳.

(۲) اکیڈمی کے اغراض ومقاصد کی تفصیل کے لئے دیکھئے:

جدید فقهی مباحث واهم فقهی فیصلے، مرتب کننده مولانا مجاهد الاسلام قاسمی ،ناشر ،ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، کراچی.

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

مفتی محمد شفیع، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، کراچی، دارالاشاعت ،۱۹۷۲ء، ص، ۴، ۶..

(۴) بخاری، کتاب الطب، باب ماانزل الله داءً الا انزل له شفاء

(۵) نسائی. کتاب الزینة، باب من اصیب انفه هل یتخذ انفاً من ذهب.

(٦)ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی، شرح معانی الآثار،لاهور،مطبع مجتبائی،۱۹۸۳ء،کتاب الکراھۃ، باب التختم بالذھب،۲:۳۵۰.

(۷)البقرہ،۲:۲۹.

(۸)جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی،الاشباہ والنظائر،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۲۰۰۵ء،۱:۱۳۱..

(۹) محمد بن حسین الطوری،تکملہ بحرالرائق،مصر، دارالکتب العربیہ الکبریٰ،کتاب الکراھیۃ،فصل فی البیع.

(۱۰) طاھربن عبدالرشید،خلاصۃ الفتاویٰ،کوئٹہ،مکتبہ رشیدیہ،کتاب الکراھیۃ،فصل فی اللبس.

(۱۱)شیخ محمد امین الشھیر بابن عابدین،ردالمحتار علی الدرالمختار،مصر، دارالکتب العربیۃ الکبریٰ،کتاب الحظر والاباحۃ،فصل فی اللبس،۵:۲۵۵.

(۱۲)فتاویٰ ھندیہ،کتاب الکراھیۃ،باب فی التداوی والمعالجات،۵:۳۵۴.

(۱۳) ایضاً،۵:۳۵۴.

(۱۴)یوسف القرضاوی،فتاویٰ،(مترجم سید زاھداصغر فلاحی)لاھور،دارالنوادر،۲:۲۲۱.

(۱۵) علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی،بدائع الصنائع،کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ،کتاب الاستحسان،۵:۱۳۳

(۱۶) فتاویٰ،۲:۲۱۶،۲۱۷۔

(۱۷)زین الدین بن ابراھیم،الشھیر بابن نجیم،الاشباہ والنظائر علی مذھب ابی حنیفہ النعمان، بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۹۹ء،ص،۷۳.

(۱۸) الحموی،شیخ سید احمد بن محمد المصری،شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر لابن نجیم،کراچی،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،۲۰۰۴ء،۱:۲۰۲.ایضاً فی الاشباہ والنظائر للسیوطی،۱:۱۷۶.

(۱۹)الاشباہ والنظائر لابن نجیم،ص ۷۶.

(۲۰)ایضاً،ص،۷۶.

(۲۱)مولانا گوھر رحمن،تفھیم المسائل،مردان،مکتبہ تفھیم القرآن،۳:۱۸۰،۱۸۱.

(۲۲) الاشباہ والنظائر لابن النجیم،ص ۶۴.

(۲۳)شیخ زین الدین الشهیر بابن نجیم،مصر،دارالکتب العربیة الکبریٰ، البحر الرائق، کتاب البیع،باب البیع الفاسد،٦: ٨١.

(۲۴) خالد سیف الله رحمانی، اعضاء کی پیوند کاری،جدید فقهی مباحث، کراچی ادارة القرآن، ١: ٢٠٦.

(۲۵) مفتی کفایت الله ،کفایت المفتی، ملتان ،مکتبه امدادیه، کتاب الحضر والاباحة، ٩: ١٤٣.

(٢٦) محمد بن حسین بن علی الطوری، تکمله البحرالرائق، کتاب الکراهیة ،فصل فی البیع، ٨: ٢٠٥.

(۲۷) بدائع الصنائع للکاسانی، کتاب الاکراه، فصل بیان حکم مایقع علیه الاکراه ،٧: ١٧٧.

(۲۸) شمس الدین السرخسی ، کتاب المبسوط، بیروت، دارالمعرفه، کتاب الاجارات، باب اجارة الظئر.

(٢٩) التوبه، ٩: ٢٨

(۳۰) فتاویٰ، ٢: ٢٢٠، ٢٢١.

(۳۱) مجاهد الاسلام قاسمی ،عصر حاضر کے پیچیده مسائل کا شرعی حل، کراچی، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، ١٤٢٢ھ، ص ١٥٧، ١٥٨.

(۳۲)مجاهد الاسلام قاسمی، اهم فقهی فیصلے ، کراچی، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه، ١٩٩٩ء، ص ١٣.

(۳۳) مجله البحوث الاسلامیه ،ریاض ،بحواله تفهیم المسائل، ٣: ١٨٥.

(۳۴)مفتی نظام الدین الاعظمی، نظام الفتاویٰ، لاهور ،مکتبه رحمانیه، ١: ٣٨٦.

(۳۵) تفهیم المسائل، ٣: ١٨٦، ١٨٧.

(۳۶)فتاویٰ، ٢: ٢١٩.

عظیم علمی، فقہی، تحقیقی شاہکار مجموعہ مقالات دوسری بنوں فقہی کانفرنس

ترتیب وتدوین کے آخری مراحل

جس میں بناولنٹ فنڈ ،اجتہاد اور عصر حاضر، اعضاء کا انتقال اور پیوندکاری، گروپ انشورنس، اسلام کا قانون بین الممالک، ھبہ میں قبضہ کی شرعی حیثیت، گریجویٹی پوسٹ مارٹم فساد وعدم فساد صوم کا معیار، عصر حاضر کا چیلنج اور علماء کرام کی ذمہ داریاں، ہاؤس بلڈنگ کے قرضوں پر بحث اور اس کا حل، موجود معاشی مسائل کا حل فقہی مواد کی تشکیل جدید، تعزیر بالمال کی شرعی حیثیت، موجودہ انتخابات ،سودی نظام کا اسلامی متبادل حل، بیع بالوفاء، اختلاف مطالع ورمضان وعیدین کی وحدت، انسانی حقوق، رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ، قادیانی کفر کے کس قسم میں داخل ہیں، انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت، مجموعہ سود ورہن، یہودی وعیسائی تنظیموں کی سرگرمیاں، حقوق نسواں کا شرعی تصور، احتساب وغیرہ جیسے اہم عنوانات پر تفصیلی مقالات شامل اشاعت ہیں ۔جوکہ بڑی محنت اور کاوشوں سے کتابی صورت میں پیش کئے جارہے ہیں۔ جلد ہی اپنی کاپی محفوظ فرمائیں۔ (ادارہ)